Lesson 2: Ibrahim (Ayaat 18- 34): Day 8 سُوۡرَةُ إبراهيم کی تفسیر

اس کے برعکس دیکھیے کہ کافر کو اللہ تعالیٰ نے ایک جملے میں بیان کر دیا. اگلی آیت دیکھیں تو بات سمجھ آ جائے گی۔

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِن فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِن قَرَارٍ ﴿٢٦﴾

اور ناپاک بات کی مثال ناپاک درخت کی سی ہے (نہ جڑ مستحکم نہ شاخیں بلند) زمین کے اوپر ہی سے اکھیڑ کر پھینک دیا جائے گا اس کو ذرا بھی قرار (وثبات) نہیں

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اس سے کیا مراد ہے؟ کفر کا کلمہ، شرک کا کلمہ، نِفاق کا کلمہ اور ہر گناہ کی دعوت کا کلمہ۔ بالکل اس کے متضاد گندی باتیں، بیکار باتیں، فحش باتیں؛ اگر وہ اچھی باتیں تھیں ذکر اذکار، کلمہ اور قرآن تھا۔ اور کلمہ خبیثہ کیا ہے بالکل اُلٹ لوگوں کو بُرائی کی طرف لانے والی باتیں جو لوگوں کو لے کے آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ یہ کیسا ہے اجْتُثَّتْ مِن فَوْقِ الْأَرْضِ یہ اسکی پہلی صفت ہے۔ اس کا حال کیا ہے کی یہ جسم کے اُوپر اُوپر بڑھتا ہے۔ مشکل لفظ لگ رہا ہے لیکن بہت ہی آسان ہے۔ اجْتُثَّتْ میں کیا چھپا ہوا ہے، اردو کا لفظ ہے جُثہ، اور جُثہ کہتے ہیں جسم کو تو اجْتُثَّتْ یعنی باڈی بس اُوپر ہی اُوپر بڑی ہوتی ہے نیچے روٹس نہیں ہوتیں۔

مَا لَهَا مِن قَرَارٍ اس کے لیے کوئی جائے قرار نہیں ہے۔ کیا مطلب کہ کفر کی بنیاد پہ جو درخت اُگتا ہے یا نیکیاں ہوتی ہیں اُن میں کوئی مضبوطی نہیں ہوتی۔ بھلائی کے اثرات مقابلے میں برائی کے اثرات بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔ وہ سورۂ رعد میں دھاتوں اور جھاگ والی مثال پڑھی ہے کفر اور برائی کی مثالیں

اوپر اوپر بہت ہوتی ہیں، برائی دیکھنے میں بہت پھیلی ہوتی ہے لیکن اس کو ثبات نہیں ہوتا- جیسے ایک مضبوط ہاتھ آتا ہے توسب غلط کام کرنے والے بھاگ جاتے ہیں کیا بتایا گیا کہ برائی بظاہر لوگوں میں رواج پا جاتی ہے کیونکہ اس میں کشش، چمک دمک اور گلیمر ہوتی ہے، لیکن حقیقت میں برائی کو ثبات نہیں ہے-ایک موسیٰ کے عصا سے فرعون کا سارا باطل ڈوب گیا تھا-تواصل بات یہ ہے کہ برائی کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔

اس سے ہر وہ بندہ جس نے خلوص کے بغیر نیک عمل کیا، اور اس سے مراد کفر کے ساتھ کی ہوئیں حرکتیں مراد ہیں اور ریاکاری کے ساتھ کی ہوئی چیزیں بھی اس میں آتی ہیں۔ کیونکہ تھوڑی سی مخالفت سے جب بندہ دین کا کام چھوڑتا ہے تو فوراً سمجھ لیجیے کہ یہ میں نے کیا ہی کسی اور کے لیے تھا۔

حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مومن کی مثال کھجور کے درخت کی سی ہے اور یہ مثال اندرائن کی سی ہے۔ اندرائن جگہ کا نام ہے، جو کانٹے دار ہوتی ہے عرب میں اس کو حنظل بولتے تھے، ابو حنظلہ کا بھی وہ ہی نام ہے۔ "شریان" بچپن میں ایک درخت دیکھا تھا جس کو توڑتے تو اس میں سے دودھ نکلتا تھا اسکو اندر اور اندرائن کہتے تھے۔ ہاتھ کو لگ جاتا تو بڑی دیر تک چپکا رہتا تھا-اللہ نے مثال دی ہے کہ کفر بالکل اوپر ہے اصل کہانی ایمان کی ہے اور یہ بات ابھی پوری نہیں ہوئی بلکہ اگلی آیت میں ہے کہ یہ ایمان کا ثبات صرف زندگی میں نہیں بلکہ:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿٢٧﴾

خدا مومنوں (کے دلوں) کو (صحیح اور) پکی بات سے دنیا کی زندگی میں بھی مضبوط رکھتا ہے اور آخرت میں بھی (رکھے گا) اور خدا بے انصافوں کو گمراہ کر دیتا ہے اور خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

یہاں ثابت قول سے مراد ثابت قدمی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں کو سچی بات کے ساتھ دنیا میں بھی فائدہ دیتا ہے اور آخرت میں بھی فائدہ دیتا ہے۔ دنیا میں بھی مومن کو استقامت ملتی ہے اور قبر میں بھی منکر نکیر کے سوالوں پر ملے گی۔ یہاں پہ آپکو روایتیں سنا دیتی ہوں جس سے آپ یہ بات بہت اچھی طرح سمجھ جائیں گے صحیح بخاری کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب مسلمان سے قبر میں سوال ہوتا ہے تو وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اس آیت سے بھی یہی مراد ہے۔مسند کی روایت ہے کہ ایک انصاری کے جنازے پہ ہم اللہ کے نبی ﷺ کے ساتھ تھے۔ قبرستان پہنچے تو ابھی قبر تیار نہیں ہوئی تھی۔ آپ ﷺ بیٹھ گے اور ہم بھی آپکے ساتھ ایسے بیٹھ گے جیسے ہمارے سروں پہ پرندے ہوں۔ آپکے ہاتھ میں جو تنکا تھا اس سے آپ ﷺ زمین سے لکیریں نکال رہے تھے، یعنی جیسے کچھ لکھ رہے ہوں اور پھر سر اٹھا کے دو تین مرتبہ فرمایا؛ قبر سے اللہ کی پناہ چاہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کی جب بندہ دنیا کی آخری اور آخرت کی پہلی گھڑی میں ہوتا ہے یعنی موت کا وقت تو اس کے پاس نورانی چہرے والے فرشتے آتے ہیں گویا کہ انکے چہرے سورج جیسے ہیں انکے پاس جنتی کفن اور جنتی خوشبو ہوتی ہے اور اس کے پاس جہاں تک اسکی نگاہ کام کرے وہاں تک بیٹھ جاتے ہیں اور پھر ملک الموت آ کے اس کے سرہانے بیٹھ جاتا ہے اور فرماتے ہیں اے پاک روح اللہ کی مغفرت اور اس کی رضا کی طرف نکل۔وہ اس آسانی سے نکل جاتی ہے جیسے کسی مشک میں پانی کا قطرہ قطرہ ٹپکے اور پتہ بھی نہ چلے اور مشک خالی ہو جائے۔ ایک آنکھ جھپکنے کے برابر

وہ فرشتے اسے انکے ہاتھوں میں نہیں رہنے دیتے، جیسے کسی بچے کی پیدائش ہو لوگ اسے لے لیتے ہیں۔ تو وہ فرشتے بھی اسے ایسے ہی لے لیتے ہیں اور جنتی کفن اور جنتی خوشبو میں اسے لپیٹتے ہیں۔ خود اس روح میں سے بھی مُشک سے عمدہ خوشبو نکلتی ہے کہ پوری روحِ زمین پر ایسی عمدہ خوشبو پہلے نہ سونگھی گئی ہو وہ اسے لے کر آسمانوں کی طرف چڑھتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں وہ پوچھتے ہیں یہ پاک روح کس کی ہے۔ اس کا جو نام دنیا میں مشہور تھا وہ بتایا جاتا ہے اور اسکے باپ کا نام بھی۔ پھر آسمانِ دنیا تک جا کے اسکے دروازے کھلواتے ہیں۔ آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور وہاں کے فرشتے اس دوسرے آسمان تک اور دوسرے والے اسے تیسرے آسمان تک لے جاتے ہیں۔ اسی طرح وہ ساتویں آسمان تک جا پہنچتا ہے۔ روح ساتوں آسمان طے کرتی ہوئی اللہ کی ذات کے پاس جا پہنچتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے کو کتابِ علّیین میں رکھ دو اور اسے واپس زمین کی طرف لوٹا دو۔ میں نے اسی سے پیدا کیا اور اسی سے دوبارہ اسے نکالوں گا یعنی اسکی روح کو واپس اسکے جسم میں ڈال دو۔ پس اسکی روح دوبارہ اسکے جسم میں ڈال دی جاتی ہے، اَب مردہ دوبارہ قبر میں آ گیا ہے۔ پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے اسلام، پھر پوچھتے ہیں کہ وہ کون شخص تھا جو تم میں بھیجے گئے تھے؟ وہ جواب دیتا ہے محمد رسول اللہ ﷺ ۔ فرشتے کہتے ہیں تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہتا ہے میں نے کتاب اللہ پڑھی، اس پر ایمان لایا، اسکو سچا مانا۔

اسی وقت آسمان سے ایک منادی پکارتا ہے کہ میرا بندہ سچا ہے۔ اسکے لیے جنتی فرش بچھا دو اور جنتی کفن پہنا دو اور جنت کی طرف سے دروازہ کھول دو۔ پس پھر جنت کی طرف سے روح پرور، خوشبودار اور عمدہ ہوائیں آنے لگتی ہیں۔ اسکی قبر جہاں تک نظر جاتی ہے وہاں تک وسیع کر دی جاتی ہے۔ اسکے

پاس ایک شخص نورانی چہرے والا، عمدہ خوشبووالا اور خوبصورت کپڑوں والا آتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ خوش ہو جایئے۔ اسی دن کا آپکو وعدہ دیا جاتا تھا یہ اس سے پوچھتا ہے کہ آپ کون ہیں ویسے آپکے چہرے سے بھلائی ہی نظر آتی ہے۔ تو وہ جواب دیتا ہے کہ میں تیرا نیک عمل ہوں۔ اسوقت پھر وہ آرزو کرتا ہے پھر وہ کہتا ہے اے اللہ قیامت جلد قائم ہو جائے اور میں اپنے ملک، مال اور اہل وعیال کی طرف لوٹ جاؤں۔

یہ ہے يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قبر کے سوال وجواب پر اللہ مومن کا دل جماتا ہے۔

اور کافر کے ساتھ کیا ہوتا ہے سن لیجیے تو ساری بات کھل جائے گی اور کافر بندہ جب دنیا کی آخری ساعت اور آخرت کی اول ساعت میں ہوتا ہے تو انکے پاس سیاہ چہرے والے جہنمی فرشتے آتے ہیں۔ جنکے پاس جہنمی ٹاٹ ہوتا ہے۔ جہاں تک نگاہ پہنچے وہ اسکے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور ملک الموت اسکے سرہانے بیٹھ جاتا ہے اور کہتے ہیں خبیث روح اللہ کے غضب اور قہر کی طرف چل۔ اسکی روح جسم میں چھپتی پھرتی ہے۔ جسے بہت سختی کے ساتھ نکالا جاتا ہے اسی وقت ایک آنکھ چھپکنے کی دیر میں فرشتے اسے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں اور اسے جہنمی بورے میں لپیٹ لیتے ہیں۔ اور اس سے ایسی بدبو نکلتی ہے کہ پوری روئے زمین میں اس سے زیادہ بدبو نہیں پائی جاتی-اب وہ اسے اوپر لے کے چڑھتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں وہ پوچھتے ہیں کی یہ خبیث روح کون ہے؟ اس کا جو بدترین نام دنیامیں تھاوہ بتلایا جاتا ہے اور اس کے باپ کا نام بھی۔ آسمان دنیاتک پہنچ کر دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں مگر کھولا نہیں جاتا۔ سورۃ اعراف میں بھی پڑھ چکے ہیں، اس روح کو آسمان پر جانے کی اجازت ہی نہیں ملتی۔ یہاں تک کہ سوئی کے ناکے سے اونٹ گزرے۔

اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ اسے کتاب سجین میں لکھ دو۔ جو زمین کے سب سے نیچے ہے یعنی کافر کی روح کو پٹخ کر نیچے پھینکا جاتا ہے۔ پس اس کی روح وہیں پھینک دی جاتی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ آیت پڑھی۔؛یعنی جو اللہ سے شرک کرتا ہے وہ آسمان سے گر پڑا۔ اسے پرندے اچک لے جائیں یا آندھی اسے کسی دُور کے گڑھے میں پھینک دے۔ پھر اس کی روح اسی کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔ اس کے پاس دو فرشتے پہنچتے ہیں جو اسے بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے، وہ کہتا ہے ہائے ہائے "لاادری" میں نہیں جانتا۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ کاش میں پڑھتا اور کہتا۔ پھر وہ کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے۔ وہ کہتا ہے ہائے ہائے، لاادری، میں نہیں جانتا، پھر پوچھتے ہیں وہ کون تھا جو تم میں بھیجا گیا۔ وہ کہتا ہے ہائے ہائے مجھے معلوم نہیں۔ اسی وقت آسمان سے ایک پکارنے والے کی پکار آتی ہے کہ میرا بندہ جھوٹا ہے۔ اس کی طرف جہنم کی آگ کا فرش کر دو اور دوزخ کا دروازہ کھول دو۔ وہیں سے اسے دوزخ کی ہوا اور دوزخ کا جھونکا پہنچتا رہتا ہے۔ اسکی قبر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔ بڑی بُری صورت والے، میلے کچیلے کپڑوں والا، بڑی بدبو والا ایک شخص اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے اب غمناک ہو جاؤ۔ اسی دن کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ یہ پوچھتا ہے کہ تو کون ہو۔ تیرے چہرے سے برائی برستی ہے۔ وہ کہتا ہے میں تیرے بد اعمال کا مجسمہ ہوں۔ یہ شخص پھر دعا کرتا ہے کہ اے اللہ قیامت قائم نہ ہو۔ ابو داؤد، ابن ماجہ، نسائی اور بہت ساری کتابوں میں یہ روایت ہے۔

مسند احمد کی روایت میں آتا ہے کہ جب نیک انسان کی روح نکلتی ہے تو زمین و آسمان کے فرشتے اس کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ آسمان کے دروازے کھلتے ہیں تو ہر فرشتے کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ

اسے میں لوں۔ جب کہ برے شخص کے بارے میں آتا ہے کہ اس کی قبر پر اندھا، بہرا اور گونگا فرشتہ مقرر کیا جاتا ہے۔ جس کے ہاتھ میں گرز (ہنٹر) ہوتا ہے کہ اگر اسے کسی بڑے پہاڑ پر مارا جائے تو وہ مٹی بن جاتا ہے۔ وہ فرشتہ اس سے اس کو مارتا ہے کہ وہ شخص مٹی ہو جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالی اس کو روح دے کر دوبارہ زندہ کرتے ہیں۔ وہ فرشتہ پھر اس کو گرز مارتا ہے۔ وہ اتنا چیختا ہے کہ اس کی چیخ کو سوائے انسانوں، جنوں اور جانوروں کے سب سنتے ہیں۔ یہ قبر کے عذاب کی بھی دلیل ہے۔

حضرت براء کہتے ہیں یہ آیت جو ہم پڑھ رہے ہیں اس سے قبر کے عذاب کا ثبوت ملتا ہے۔ تو یہاں یُثَبِّتُ اللّٰهُ سے مراد مومن کو قبر کے سوالوں پر استقامت ملنا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب انسان کو قبر میں اتارا جاتا ہے اور لوگ اس سے ابھی منہ پھیرتے ہیں تو یہ لوگوں کی جوتیوں کی آہٹ اپنے کانوں میں سنتا ہے۔ اور دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں۔ بہت ساری روایات ہیں۔ لیکن آپ دیکھیں کہ اس دنیا کے مزے صرف چار دن کے ہیں ختم ہو جائیں گے لیکن وہاں کا انجام ہمیشہ رہے گا۔ آج اگر دین کے نام پر استقامت نہیں ہے تو وہاں بھی استقامت نہیں ہو گی۔

چھوٹی چھوٹی باتوں پر نیکیوں کو پیچھے ڈال دینا، زندگی کا نقشہ بدل دینا، یہ بہت خطرے کی بات ہے۔ ہم سب اپنی اپنی فکر کریں۔ ہم اللہ سے مدد مانگتے ہیں کہ وہ ہمیں استقامت دے۔ آمین۔ اب اگلی آیت سے دیکھیں گے پیچھے کفر کے کلمے کی بات ہوئی اب لوگوں کے رویے کی بات ہے اللہ تعالی لوگوں کو مواقع دیتے ہیں کچھ لوگ ان مواقع سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں اور کچھ نہیں اٹھاتے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿٢٨﴾

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمتِ (ایمان) کو کفر سے بدل ڈالا اور انہوں نے اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتار دیا،

یہ کون لوگ تھے اور انہوں نے کون سی نعمت کو بدلا؟ نعمتِ ہدایت، نعمتِ اسلام کو۔ اللہ سبحانہ وتعالی اس آیت میں ان لوگوں کے حال پر افسوس کا اظہار کرتے ہیں کہ جن کو ہدایت کی نعمت ملی تو انہوں نے اس نعمت کو لیا اور دوسرے ہاتھ سے اسے واپس کر کے گمراہی خرید لی۔ ہدایت کوئی ایسی چیز نہیں ہے جسے آپ خریدیں اور دکاندار کو جا کے کہیں کہ واپس لے لو مجھے نہیں چاہیے۔ بلکہ یہ اصل میں اللہ کی کتاب اور رسولؐ کے حکموں کو چھوڑنا ہے۔ یہ آیات مکہ میں اتر رہی تھی اور مکہ والوں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر نہ کی۔ اللہ نے ان کے لیے ایک ذریعہ رکھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے پوری دنیا پر چھا جاتے لیکن انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنا ستایا کہ انہیں مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آنا پڑا۔ یہاں ایک مراد یہ ہے۔ اور ایک مراد یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی قیامت تک جس کو اپنے دین کی خدمت کا موقع دے۔ دین کو سیکھنا، دین کو سمجھنا، انسانیت کی خدمت اس نظریے سے کرنا کہ اللہ راضی ہو جائے، وہ انسان ان چیزوں کو چھوڑ کر دنیا کی بیکار چیزوں کے پیچھے پڑ جائے۔ ہم سب اپنے اوپر غور کریں۔ ہم دن میں کئی بار ہدایت کی نعمت کو گمراہی میں بدلتے ہیں۔ اس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ ہم جو بن سکتے تھے وہ نہیں بن پاتے اور چھوٹی چھوٹی نیکیاں لے کر چلتے ہیں۔ حالانکہ اللہ نے ہمارے حق میں بہت بڑی بڑی نیکیاں رکھی ہوتی ہیں۔ "بدلنے" سے ایک مراد یہ بھی ہے کہ انسان ہدایت پر نہ جمے، استقامت نہ لے، اور اس کا نقصان یہ ہوتا ہے اللہ تعالی نے اس کے لئے جو ہدایت لکھی تھی وہ لینے کی بجائے ادھر ادھر کی بے کار چیزیں لے لے۔

آج مسلمانوں کا حال کچھ ایسا ہی نظر آتا ہے۔ اللہ نے اتنی خوبصورت کتاب دی، جس کو ہم نے پڑھنے کے لئے صرف قرآن خوانی کے نام پہ رکھ لیا۔ قسمیں کھانے کے لئے اور شادیوں میں بیٹیوں کے سروں کے اوپر رکھنے کے لئے رکھ لیا۔ لیکن یہ کتاب جو '' اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۙ'' کا سبق دیتی تھی، جو زندگی کے طریقے سکھاتی تھی، اس کو آج ہم اپنی زبان میں سمجھ بھی نہ پائے۔ دعا کریں کہ اللہ تعالی ہمیں ان لوگوں میں شامل نہ کریں جو ہدایت کو چھوڑ کر گمراہیوں میں پڑ جائیں۔

ایسے لوگ اپنا بہت سا نقصان کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور وہ شخص جو ایک دفعہ ہدایت کا مزہ چکھ لے اور پھر اس کو چھوڑ دے، وہ اپنا ہدایت نہ پانے والے سے زیادہ نقصان کرتا ہے۔ جس طرح آپ اس کمرے میں بیٹھے ہیں اور آپ کو سب نظر آرہا ہے لیکن اگر کوئی باہر سے سورج کی تیز روشنی سے اندر آئے اسے کچھ نظر نہیں آئے گا، ایسے ہی ہدایت کی روشنی پانے کے بعد اگر کوئی اسے کھو دے تو پھر اسے کچھ نظر نہیں آئے گا۔ آپ تڑپتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے کہ انہیں کیوں نظر نہیں آتا لیکن ان کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔

وَّاَحَلُّوۡا قَوۡمَهُمۡ دَارَ الۡبَوَارِ ۙ سورہ ھود میں ہم بالکل ایسے ہی جملے فرعون کے بارے میں پڑھ چکے ہیں کہ کیسے قیامت کے دن وہ اپنی قوم کی قیادت کرتا ہوا نظر آئے گا۔ اور اپنے پورے جلوس کو لا کر جہنم کی گھاٹ پہ کھڑا کر دے گا۔ اسی طرح قوموں اور معاشروں کے گمراہ کن لیڈر اپنے پیروکاروں کو جہنم میں پہنچانے کا ذریعہ بنیں گے۔ کیسے؟

جَهَنَّمَ ۚ يَصۡلَوۡنَهَا ‌ؕ وَبِئۡسَ الۡقَرَارُ ﴿۲۹﴾ (وہ) دوزخ ہے جس میں جھونکے جائیں گے، اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

دَارَ الْبَوَارِ جہنم ہے۔ پیچھے آپ نے كَلِمَةً طَيِّبَةً کی بات ہوئی۔ پھر بیچ میں کلمہ خبیثہ کی تھوڑی سی بات ہوئی تھی اور ایسے لگا کے بات آگے نہیں بڑھی، اور يُثَبِّتُ اللّٰهُ کی بات ہوئی ہے لیکن اب جو ہم آیات پڑھ رہے ہیں ان کا تعلق کلمہ خبیثہ سے ہے۔ پتہ یہ چلا کہ جنہوں نے اپنی زندگی کھیل تماشوں میں ضائع کر دی کل قیامت میں ان کو ایسی جہنم میں جانا پڑے گا جس کو قرار نہیں۔ پیچھے درخت کی بات میں ہم نے پڑھا مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ۔ اسی طرح یہاں پہ ہے کہ وہ جہنم جس کو قرار نہیں۔ جیسے ہم اردو میں بولتے ہیں کہ مجھے قرار نہیں مل رہا۔ تو قرار پریشانی، بے چینی، تکلیف ہے۔ اللہ ہم سب کو بچائے۔ ان کا کیا قصور تھا جو ان کا اتنا برا انجام ہوا آیت 30 میں دیکھیں۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴿٣٠﴾

اور اللہ کے کچھ ہمسر تجویز کر لیے تا کہ وہ انہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں اِن سے کہو، اچھا مزے کر لو، آخرکار تمہیں پلٹ کر جانا دوزخ ہی میں ہے۔

ان کا قصور یہ تھا کہ انہوں نے اللہ کے ماسوا پر نظریں لگائی ہوئی تھیں جھوٹے معبودوں کا ڈھونگ رچایا ہوا تھا لوگوں کو اللہ کی راہ سے ہٹا کر گمراہ کرنا۔ یہاں اَنْدَادًا ، نِد کی جمع ہے۔ مدِ مقابل، جو آپ کے مقابلے پہ ہو۔ سورۃ بقرہ آیت 22 میں بھی ہم پڑھ چکے کہ اللہ کے مدِ مقابل کسی کو نہ ٹھہراؤ۔ ایک موقع پر ایک صحابیؓ نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو محاورتاً یہ کہا کہ اے نبیؐ جو اللہ چاہے وہ ہو گا اور جو آپؐ چاہیں وہ ہو گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فوراً ٹوک دیا اور کہا؛ کیا تو مجھے اللہ کا شریک بناتا ہے۔ وہ ہو گا جو صرف اللہ تنہا چاہے گا۔ تو عقیدہ ٹھیک کر لیجئے کہ اللہ کے سوا کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ باقی کافر یا اللہ کے ساتھ شریک بنانے والے رہ گئے ان سے کہہ دیجئے قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ

آپ کہیئے کہ تم اس دنیا کی زندگی میں مزے اُڑا لو، تمہارا ٹھکانہ تو آگ ہے۔ کیا پتہ چلا کہ جس انسان نے اللہ سے نظریں ہٹا کے دوسروں پہ لگائیں تو اُس کا ٹھکانہ تو آگ ہے۔ اب یہ سبق کا آخر ہے۔ یہ دراصل اگلے سبق کی تمہید ہے۔ لیکن یہاں آیتیں ہم اپنے اوپر لیں گے۔

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴿٣١﴾

اے نبیؐ، میرے جو بندے ایمان لائے ہیں اُن سے کہہ دو کہ نماز قائم کریں اور جو کچھ ہم نے اُن کو دیا ہے، اُس میں سے کھلے اور چھپے (راہِ خیر میں) خرچ کریں قبل اِس کے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خرید و فروخت ہو گی اور نہ دوست نوازی ہو سکے گی۔

اور یہاں آپ بات کا انداز دیکھیں، جسے کہتے ہیں کہ کون نہ قربان ہو جائے اس انداز پر۔ آپ میرے ان بندوں سے کہہ دیں جنھوں نے ایمان کا دامن تھام لیا۔ کیا اب ایمان کا اظہار کرو۔ وہی درخت کی مثال یاد کر لیجئے، جب ایمان آیا، دل میں اللہ کی محبت کا بیج ڈلا، پھر عبادت کا تنا بنا۔ یعنی پھر نماز پڑھو۔ یہاں قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کی بات کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انڈائریکٹلی کہا جا رہا ہے۔ یہاں نبیؐ کو مخاطب کر کے کیوں کہا جا رہا ہے، ڈائریکٹ ایمان والوں کو بھی کہا جا سکتا تھا، لیکن حقیقت تو اللہ کو ہی پتہ ہے۔ لیکن اگر آپ غور کریں تو "يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا" کا خطاب مدنی سورتوں میں ملتا ہے اور یہ مکی سورت ہے۔ مکہ میں ابھی بہت سارے لوگ ایمان والے نہیں تھے اور دوسری بات کہ مکہ میں ابھی مسلمان ایک اُمّت نہیں بنے تھے۔ جب تک مسلمانوں کو اُمّت کا درجہ نہ ملا انہیں "يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا" کا خطاب بھی نہ ملا۔ پیچھے ہم پڑھ چکے ہیں کہ قبلے کی تبدیلی کے بعد جب یہود کو ان کے

منصب سے اتارا گیا، جس پر وہ دو ہزار سال سے فائز تھے۔ ان کے بعد جب اللہ تعالی نے اُمّتِ مسلمہ کو اس عہدے پر رکھا تو اس کے بعد "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا" سے خطاب شروع ہوا۔ نماز قائم کرنے کے بعد وَيُنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً جو کچھ ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے رہیں، خفیہ بھی اور اعلانیہ بھی۔ خفیہ اس لئے دو تا کہ ریاکاری کا شائبہ نہ رہے اور ظاہر کر کے اس لیے دو تا کہ تمہیں دیکھ کر دوسروں کو بھی خیال آجائے۔

ہم اس پر پہلے بات کر چکے ہیں کہ جب انفرادی طور پر مال دیا جائے کسی غریب یا مسکین کو تو چھپا کر دیں، تا کہ اسکی عزتِ نفس نہ مجروح ہو، اور اگر کسی تنظیم کو یا پھر فرض زکوۃ دو تو پھر کھل کے دو تا کہ دوسرے لوگوں میں بھی دیکھ کر دینے کا شوق پیدا ہو۔ مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خِلَالٌ دے دو اس سے پہلے کہ جس دن کوئی خرید و فروخت نہ ہو گی اور نہ کوئی دوستی کام آئے گی۔ آپ کو سورہ بقرہ کی آیت 254 یاد آنی چاہیے۔ وہاں بیٔ اور دوستی کے علاوہ شفاعت کی بات تھی۔ یہ بتایا گیا کہ دنیا کا سارا مال یہیں نہ خرچ کر دو۔ تمہارا ایک اور اکاؤنٹ بھی ہے اور وہ اوورسیز اکاؤنٹ ہے۔

آپ اپنے اوپر لیجئے کہ اللہ نے مجھے کیا دیا۔ جان، مال سب کچھ جمع کیجئے اور خود سے پوچھیے، کیا میں نے کوئی اوورسیز اکاؤنٹ کھولا ہوا ہے۔ یہ سارے دنیا کے اکاؤنٹ ہیں۔ اسی میں رہ کے اسی میں چلے جائیں گے۔ اللہ کہتا ہے ایک اکاؤنٹ باہر بھی کھولیں۔ جو تمہارے دکھ سکھ میں کام آئے گا۔ اور دوسرے رہ گئے دنیا کے اکاؤنٹ تو ان کی ایک معیاد ہے، جس دن ختم ہو گا اس دن کوئی چیز نہیں چلے گی۔ جب بھی مال کی بات آتی ہے تو ایکدم دل گھٹتا ہے کہ میں کیوں دوں یہ میرا مال ہے۔ جیسے پیچھے سورہ بقرہ میں مال

دینے کی بات آئی تو ساتھ ہی آگے آیت الکرسی آگئی کہ اللہ کو کوئی ضرورت نہیں ہے اسی طرح اب اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ۚ ﴿٣٢﴾

اللہ وہی تو ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعہ سے تمہاری رزق رسانی کے لیے طرح طرح کے پھل پیدا کیے جس نے کشتی کو تمہارے لیے مسخر کیا کہ سمندر میں اُس کے حکم سے چلے اور دریاؤں کو تمہارے لیے مسخر کیا۔

وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآىٕبَیْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ۚ ﴿٣٣﴾

جس نے سورج اور چاند کو تمہارے لیے مسخر کیا کہ لگاتار چلے جارہے ہیں اور رات اور دن کو تمہارے لیے مسخر کیا۔

کتنی چیزیں گنوائی جارہی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ زمین کے دامن اور آسمان کی وسعتوں میں اللہ کی تمام تخلیقات اور فطرت کی تمام قوتیں مسلسل انسان کی خدمت کررہی ہیں۔ انسان کو نفع دے رہی ہیں۔ سب سے بڑی ذات انسان کو اشرف المخلوقات میں شامل کرکے تمام کائنات کو اس کی خدمت پر مامور کررہی ہے۔ تم بس اس کے بن جاؤ۔ جیسے سورہ بقرہ آیت 29 میں کہا گیا کہ اس نے سب کچھ تمہارے لئے پیدا کیا جو زمین میں ہے۔

وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿٣٤﴾

جس نے وہ سب کچھ تمہیں دیا جو تم نے مانگا اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو کر نہیں سکتے حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے ۔

وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۭ وَاِنْ یہ وہ نعمت ہے جس کے بارے میں ہم سوچتے بھی نہیں۔ یہاں دیکھیں كَفَّارٌ کافر سے ہے۔ کہا جارہا ہے کہ جو کچھ ہم نے اس سے مانگا۔ مانگنا ایک شعوری ہوتا ہے اور ایک غیر شعوری ہوتا ہے۔ آج جو کچھ بھی ہمیں ملا ہوا ہے، کیا ہم نے پیدا ہونے سے پہلے اس سے مانگا۔ انسان کو خود بھی اپنی ضرورت کا پتہ نہیں ہوتا لیکن اللہ نے بغیر مانگے وہ سب کچھ بھی دے دیا۔ مثال کے طور پر آج کل سائنس کی مدد سے یہ پتہ چل گیا کہ کس خوراک میں وٹامن ہے آئرن ہے یا کوئی اور چیز ہے لیکن پہلے لوگوں کو یہ سب معلوم نہیں تھا۔ تو اللہ نے فطرت کے اصولوں پہ یہ سب کچھ انسان کو بغیر مانگے دیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم اس کے کون سے وعدے پورے کرتے ہیں۔

آپ خود سے پوچھیں کہ اللہ نے تو مجھے وہ سب دیا جو میں نے مانگا بھی نہیں، کیا میں وہ سب کرتی ہو جو اللہ نے کرنے کو کہا۔ اللہ کو میری کوئی ضرورت نہیں لیکن مجھے اللہ کی ضرورت ہے۔ تو کیا میں اپنے اللہ سے پیار کرتی ہوں۔ یہاں سبق پورا ہوا۔ یہ سبق ایمان میں ڈوبا ہوا تھا۔ ایمان کی حقیقت کو پانا، کائنات پر غور ہے۔ اگر آپ پورے سبق پر چند جملے لکھیں "ایمان افروز" کہ کس طرح ایمان بڑھتا ہے؛

1۔ اللہ کے ناموں پر غور و فکر کریں

2۔ قرآن پر تدبر کریں

3۔ کائنات پر غور کریں

4۔ کثرت سے اللہ کا ذکر کریں

5۔ اللہ سے دعائیں مانگیں

6۔ اللہ کی مخلوق پر احسان کرنے سے اللہ کا قرب ملتا ہے

7۔ نافرمانیوں کو چھوڑنے سے اللہ کا قرب ملتا ہے

8۔ صحابہ اکرام کے واقعات پڑھیں، اس سے ایمان بڑھے گا

9۔ نئے مسلمانوں سے ملیں، اس سے ایمان بڑھے گا اور سورۃ مومنون کی پہلی دس آیات پڑھیں اسے بھی ایمان میں اضافہ ہو گا۔

اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ایمان کے اعلی درجے پر فائز کر دے۔ ہمارے اندر سے تمام کھوٹ نکال کر ہمیں اس طرح کا بنا دے کہ کل ہمیں دیکھ کر اللہ کو ہم پر پیار آ جائے۔ آمین